کشمیر میں سن هجری کی ترویج
اور
علوم و فنون کا ارتقاء

ڈاکٹر صابر آفاقی

مضمون نگار نے اپنے موضوع کے ساتھ انصاف نہیں کیا ۔ انہوں نے تفصیل اور وضاحت سے یہ تو بتایا نہیں کہ کشمیر میں اسلام کی نشر و اشاعت کس طرح ہوئی ۔ مسلمانوں کے عہد میں کتنی مسجدیں تعمیر ہوئیں ، کتنے عربی اور دینی مدرسے ، علمی اور ادبی ادارے قائم ہوئے ۔ عربی زبان ، قرآن ، حدیث ، فقہ اور اسلامی تاریخ کی تعلیم کو کس درجہ فروغ ہوا ۔ دینی علوم اور اسلامی موضوعات پر کتنی کتابیں تصنیف کی گئیں ۔ کس پایے کے علماء و فضلا داعی اور مبلغ پیدا ہوئے ۔ جبکہ موضوع کے اصل تقاضے یہی تھے ان تقاضوں کو نظر انداز کیا گیا یا کما حقہ پورا نہیں کیا گیا ۔

مضمون نگار نے ظلم یہ کیا کہ نام نہاد فنون لطیفہ " اور اس کے لوازمات کی بہت سی ایسی خرافات کو بھی اسلامی علوم و فنون کے ذیل میں گنا ڈالا جن کا اسلام سے دور کا تعلق بھی نہیں ، محض اس لئے کہ ان کو فروغ دینے والے یا ان کی سرپرستی کرنے والے نام نہاد مسلمان تھے ۔ ڈوم ڈھاری ، بھاٹ مراثی ، سازندے ، گویے ، نچنیے ، اداکار اور اداکارائیں پیدا کرنے کے لئے اسلام نہیں آیا تھا

فن تعمیر ، ادب اور شاعری ، خطاطی ، نقاشی ، مینا کاری ، فن سپہ گری ، صنعت و حرفت کے پیشوں کی حد تک تو ، بشرطیکہ یہ سب اسلامی روح سے متصادم نہیں بلکہ ہم آہنگ ہوں ، کھینچ تان کر گنجائش نکالی جا سکتی ہے ۔ مگر یہ ناچ رنگ ، گانا بجانا ، اداکاری ، نقالی ، بھبتی اور مسخرہ پن کے لئے اسلامی تہذیب و ثقافت میں کہاں سے جگہہ پیدا کی جا سکتی ہے ۔ (مدیر)

وادی کشمیر نگینہ زمرد میں ہے تو اس کے اطراف میں واقع علاقہ ہائے کشتواڑ جموں ، راجوری ، پونچھ ، مظفرآباد ، گلگت ، بلتستان اور لداخ اس نگینے کا حلقۂ زریں ۔ کشمیر وادی اگر پھول ہے تو اطراف کے پہاڑی علاقے اس پھول کی پنکھڑیاں ھیں ۔ مگر تعجب ہے کہ ھمارے ملکی وغیر ملکی مورخین کشمیر وادی کی تاریخ و ثقافت پر قلم اٹھاتے وقت ان پنکھڑیوں کو نظر انداز کر جاتے رہے ۔ اس طرح وہ ھمیں اس خطہ کی ادھوری اور یک طرفہ تصویر ھی دکھا سکے ۔ حالانکہ وادی کی ھر سیاسی ، مذھبی ، تمدنی اور ثقافتی تبدیلی ارد گرد کے علاقوں پر اثر انداز ھوتی رھی ہے ۔

کشمیر کی تمدنی سرگزشت کا تاریخ ریکارڈ ھمیں ۲۶۶۶ ق م سے ملتا ہے ۔ کشمیر اور اس کے ملحقہ علاقوں پر دوسری صدی عیسوی میں یونانیوں نے حملہ کیا ۔ اسی صدی میں شُک اور پھر کوشان قبائل نے اسے فتح کیا ۔ ان حملوں نے کشمیر کی تہذیب و ثقافت پر دیرپا اور دور رس اثرات مرتب کئے ۔ ایک ھندو مورخ بنیر جی کے بقول پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی میں گوجر قبائل نے کشمیر اور اس کے اطراف کو فتح کرکے زیرنگین کیا ۔(۱)

بعد کی صدیوں میں ھندومت اور پھر بدھ مت نے یہاں اپنا اقتدار قائم کیا ۔ اور یہ سرزمین گندھارا تہذیب کا اھم مرکز بن گئی ۔ نیل مُنی کی نیل مت

پوران اور پنڈت کلہن کی راج ترنگنی میں کشمیر میں ان مختلف تمدنوں کے عروج و زوال کی تفاصیل ملتی ھیں ۔

ساڑھے چار ہزار سال کی طویل تاریخ کے دوران کشمیر کی سرکاری ، علمی ، ادبی اور دینی زبان سنسکرت رھی جو شاردا رسم الخط میں اور بھوج پتر پر لکھی جاتی تھی ۔ اس عہد کے سبھی علوم و فنون مثلاً شاعری ، مصوری، ڈرامے ، مجسمے سازی اور فن تعمیر میں ھندو روایات و عقائد کی عکاسی ھوتی تھی ۔ آخر کار رسم و رواج کی پابندی ، ذات پات کی تقسیم ، مہاجنی نظام اور برھمنی اقتدار نے ھندو سوسائٹی کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا اور ھندو عوام زندگی میں بہتر تبدیلیوں کے خواھش مند نظر آنے لگے ۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ قدیم کشمیر کی سرحد ملتان سے ملی ھوئی تھی ۔ ساتویں صدی عیسوی کے آواخر میں جب محمد بن قاسم کے ھمراہ مسلمانوں نے سندھ کو فتح کرکے یہاں اسلام کی تعلیمات توحید ، عدل اور مساوات رائج کیں تو اس معاشرتی نظام کی خوشبو گلزار کشمیر میں بھی مہکنے لگی ۔ محمد بن قاسم کے اسلامی لشکر میں عرب و عجم کے لشکری شامل تھے۔ لہذا دھیرے دھیرے کشمیر میں فارسی زبان نہ صرف یہ کہ جڑ پکڑنے لگی بلکہ تاریخ بیہقی کے مطابق کشمیر گیارھویں صدی عیسوی میں فارسی زبان و ادب اور رسم الخط کا مرکز بن چکا تھا ۔ ابو الفضل لکھتا ہے کہ ایک حجام کا لڑکا جس کا نام تلک تھا ھندو کشمیر میں زیر تعلیم رہ کر فارسی زبان و خط میں مہارت حاصل کر چکا تھا اور وہ محمود غزنوی کا ترجمان مقرر ھوا تھا ۔ ابو الفضل لکھتا ہے ۔ این تلک پسر حجامی بود و لکن لقائی و مشاھدتی و زبانی فصیح داشت و خط نیکو بھندوی و فارسی ۔ و مدتی دراز بکشمیر رفتہ بود و شاگردی کردہ ۔(۲)

محمود غزنوی نے ۱۰۱۵ عیسوی میں کشمیر پر حملہ کیا ۔ وہ اس ریاست کو فتح تو نہ کر سکا لیکن اس کے حملہ نے کشمیر کے معاشرتی ڈھانچے کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا ۔ پنڈت کلہن نے راج ترنگنی مولفہ ۱۱۴۹ ع میں دویــــر اور گنجــــور جیسے فارسی الفاظ برتے ہیں جو کشمیر میں فارسی زبان کے نفوذ کا پتہ دیتے ہیں ۔ مشہور سیاح مارکو پولو لکھتا ہے کہ تیرھویں صدی عیسوی میں کشمیر وادی میں مسلمانوں کی خاصی تعداد موجود تھی ۔

۱۳۲۵ ع میں کشمیر کا بدھ راجہ ، رینچن مسلمان ہو کر سلطان صدر الدین کہلایا اور یہ سال اسلامی ثقافت کے باقاعدہ استقرار کا نقطہ آغاز بن گیا ۔ اب فارسی زبان نے کشمیریوں پر نئے علوم و فنون کے دروازے کھول دئیے تھے ۔

اس اہم تاریخی تبدیلی کے چند ہی سال بعد ۱۳۳۹ ع میں شاہمیری خاندان کی حکومت قائم ہوئی تو اطراف کے کئی علاقے فتح کرکے سلطنت میں شامل کر لئے گئے ۔ شاہمیری عہد میں نومسلموں اور ایران و ترکستان سے آنے والے سینکڑوں علماء و صوفیاء کی بدولت کشمیر میں مکمل فکری و تہذیبی انقلاب رونما ہو گیا ۔ ان مہاجرین میں سید علی ہمدانی قابل ذکر ہیں ۔ مسلمان نیا تمدن اور نئی معاشرت ساتھ لائے تھے ۔ اخلاق ، آداب مجلس ، ادب و فنون ، یہاں تک کہ نیا لباس ، نیا سامان آرائش ، نئے کھانے ، نئی صنعتیں اور نئی اصطلاحات اپنا لی گئیں ۔ مسلمانی لباس کے رواج کے بارے میں میر حسن لکھتے ہیں ،،در زمان سلاطین کشمیر کہ مرد مان ہندوستان و ترکستان در اینجا وارد شدند و باشندگان اینجا دستار مشعث درعی و کفش اوزبکی یعنی میخ دار و پیراھن فراخ و طویل سینہ کشادہ و آستین بہ درازی یک نیم درعہ چوڑی دار مروج نمودند،، ۔(۳)

لباس کی تبدیلی کے بعد تقویم میں تبدیلی لائی گئی ۔ آپ جانتے ہوں گے کہ ھندو دور میں کشمیر میں جو مقامی سنہ مروج تھا اسے لوکک کہتے ھیں جو سپت رشی نے ایجاد کیا تھا ۔ اس کی ابتداء ۳۰۷۵ ق م سے کی گئی تھی ۔ اس حساب سے ۱۹۸۰ ع میں اس سنہ کا ۵۰۵۵ واں سال گزر چکا تھا ہے ۔ جب کشمیر کا بدھ راجہ رینچن مسلمان ھوا تو اس نے یہ قدیم تقویم بھی موقوف کر دی اور اس کی جگہ ھجری سنہ کو رائج کیا ۔(۳) کشمیر اور اطراف کشمیر پر ۱۳۲۵ سے لے کر ۱۸۱۹ ع تک چار مسلمان خاندانوں ـــــ شاھمیریوں ، چکوں ، مغلوں اور افغانوں نے حکومت کی ۔ ان خاندانوں کے پانصد سالہ عھد حکومت میں یہاں اسلامی تہذیب و ثقافت (۱) علم و ادب فکرو فلسفہ اور فن و ھنر کو فروغ حاصل ھوا ۔

کشمیر میں اسلام کے ورود سے قبل یہاں کے فن تعمیر پر ترکستانی ، رومی اور یونانی فن تعمیر کا اثر نمایاں رھا ۔ مارتنڈ اور اونتی پور کی عمارات کے کھنڈر آج بھی اس کا ثبوت فراھم کرتے ھیں ۔ منقش ستونوں اور دیواروں پر بنے ھوئے اپالو جیسے نقش و نگار اس نظریہ کی تائید کرتے ھیں کہ یہ علاقہ ایک مدت تک یونان کے زیر نگیں رھا ۔

بعد کے ادوار میں کشمیر ھندو اور بدھ تہذیب و تمدن کا اھم مرکز بنا ۔ ان زمانوں میں مندر ، اسٹوپا اور قلعے وغیرہ پتھر سے بنائے جاتے تھے ۔ دیواروں پر دینی بزرگوں اور دیوتاؤں کی شبیھیں تراشی جاتی تھیں ۔ ستونوں پر مورتیاں بنائی جاتی تھیں ۔ اسلام کی آمد کے بعد سے یہ فن تعمیر یکسر بدل گیا ۔ اسلام میں مورتی پوجنا اور مورتی بنانا حرام ھیں ۔ لہذا سابقہ طرز تعمیر کے ساتھ

---

۱ ۔ اسلامی تہذیب و ثقافت اور مسلم تہذیب و ثقافت میں فرق کرنا چاھئیے ۔ دونوں کو اکثر خلط ملط کر دیا جاتا ہے جس سے خلط مبحث ھوتا ہے ۔ (اصلاحی)

عمارتوں پر مشرکانہ علامتوں کی ترسیم موقوف ہو گئی ۔ مندر کی جگہ مسجد اور پاٹھ شالہ کی جگہ مدرسہ تعمیر ہونے لگا ۔ اس طرح برج و مینار اور گنبد و محراب کے ظہور نے حسن تعمیر کو دو چند کر دیا ۔ مکین بدلا تو مکان بھی بدل گیا ۔ نئی سوچ نے جدید طرز تعمیر کو عام کیا ۔ نئے قلعوں ، باغوں ، نہروں ، تالابوں ، پلوں ، مسجدوں اور خانقاہوں میں اسلامی فن تعمیر کا حسن نظر آنے لگا ۔

اہل کشمیر مسلمان ہوئے تو سنسکرت کی جگہ فارسی نے لے لی ۔ بھوج پتر پر لکھنا متروک ہوا ۔ شاردا رسم الخط پر فارسی رسم الخط نے خط تنسیخ پھیر دیا ۔

اس انقلاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کشمیر کا شاعر ملا ندیمی کہتا ہے ۔

زین تختہ ہائے کاغذ زیبای رنگ رنگ
بشکست دور گردش پرکار عرش توز

چنانچہ لائبریریاں قائم ہوئیں اور مدارس میں اسلامی علوم کی تدریس ہونے لگی ۔ پھر جلد ہی خود کشمیری جو کتاب خواں ہی تھے صاحب کتاب بھی بن گئے ۔ جن علما نے مختلف موضوعات پر فارسی و عربی میں کتابیں اور حواشی تحریر کرکے شہرت پائی ان میں چند ایک کے نام یہ ہیں ۔ شیخ یعقوب صرفی ، ملا محسن فانی ، ملا محمد امین ، ملا نور محمد ، ملا محمد سعید ۔ اور ملا محمد انور مظفر آبادی کاشمیری ۔ ان علماء میں سرآمد روزگار ملا کمال کشمیری ہیں جن کی شاگردی پر ملا عبد الحکیم سیالکوٹی جیسے فلسفی ، مجدد الف ثانی جیسے مصلح ملت اور نواب سعد اللہ علامی جیسے سیاست

دان کو ناز تھا ۔ چونکہ کشمیر میں اسلام کی باقاعدہ اشاعت ۱۳۲۵ ع میں ایک عالم اور صوفی سید شرف الدین بلبل شاہ کے ذریعے ہوئی لہذا جلد ھی وادی اور اس کے اطراف میں ایک وسیع خانقاھی نظام قائم ہو گیا ۔ کشمیر میں تصوف کی بنیاد گوللہ عارفہ اور شیخ نوالدین ریشی نے رکھی ۔ مگر بعد کی صدیوں میں سہروردیہ ، قادریہ نقشبندیہ ، نور بخشیہ ، چشتیہ اور کبرویہ سلسلے کے صوفیاء نے عوام کی رشد و ھدایت کے لئے کوششیں کیں ۔ ان سلسلوں کے مشاھیر صوفیاء میں بابا نصیب الدین ، غازی شیخ مخدوم حمزہ ، بابا داؤد خاکی ، یعقوب صرفی اور بہاؤ الدین گنج بخش ہوئے ھیں ۔ شاھمیری اور چک عہد حکومت کے دوران وادی میں سینکڑوں خانقاھیں تعمیر ہوئیں ۔ تاریخ نے جن خانقاھوں کے نام محفوظ رکھے ھیں ان میں یہ زیادہ مشہور ھیں ۔ خانقاہ والا ۔ خانقاں کبرویہ ، خانقاہ اعلأ ، خانقاہ فیض پناہ ، خانقاہ سید محمد مدنی ، خانقاہ شمسی ، خانقاہ چشتی ، خانقاہ شیخ العالم ، اور خانقاہ معلّی ۔

فارسی میں جن کشمیری اھل قلم نے کتب تاریخ قلم بند کیں ان میں چند نمایاں نام یہ ھیں ۔ حیدر ملک چاڈورہ ، سید مہدی کشمیری ، نرائن کول عاجز ، رفیع الدین غافل ، خواجہ اعظم دیدہ مری ، بدیع الدین ، دیوان کرپارام ، بہاؤالدین خوشنویس ، خواجہ سناء اللہ خراباتی ، پیر حسن اور حاجی محمد مسکین ۔[۱]

سر زمین کشمیر سے فارسی کے جو عظیم شعراء اٹھے ان میں صوفی ، فانی ، مظہری غنی ، جویا ، اسلم سالم ، اور ملا حمید اللہ شاہ آبادی قابل ذکر ھیں ۔ ان شاعروں کا کلام اھل زبان کی میزان میں تل کر سند اعتبار حاصل کر

۱ ۔ کشمیری اھل قلم کے ذکر میں مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلموں کے نام بھی ھیں ۔ موضوع کو مدنظر رکھیں تو یہ وضع الشی فی غیر محلہ کے حکم میں آتا ہے ۔ انہوں نے فارسی میں لکھا ہے ان کا ذکر بہتر ہوتا کہ الگ سے کیا جاتا ۔

چکا ہے۔

فارسی و عربی نے کشمیری اور دیگر زبانوں یعنی پہاڑی ، گوجری ، ڈوگری ، لداخی ، بلتی اور شنا پر نمایاں اثر ڈالا ہے۔ صرفی و نحوی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ فارسی نے ان زبانوں کو شعر و ادب کے اعتبار سے غنی بنایا اور ذخیرہ الفاظ میں بھی اضافہ کیا۔ فارسی کا سب سے زیادہ اثر کشمیری شاعری پر ہوا۔ دراصل کشمیری زبان کے شاعروں نے فارسی شاعروں کی انگلی پکڑ کر چلنا سیکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیری کی غزل فارسی غزل کی نقالی نظر آتی ہے۔ علاوہ ازیں فارسی مثنویوں کو سامنے رکھ کر کشمیری میں خمسے کہے گئے۔ عـــرب و فارس کی داستانوں۔ شیریں فرہاد ، یوسف زلیخا ، لیلی مجنوں، وامــق عذرا ، شیخ صنعان کو کشمیری کا جامہ پہنایا گیا۔ کئی فارسی مثنویوں کے کشمیری نظم میں تراجم کئے گئے۔ اس مختصر سے جائزہ کی روشنی میں یہ دعوی کیا جا سکتا ہے کہ اگر کشمیر میں فارسی نہ پہنچتی تو موجودہ کشمیری زبان پیدا ھی نہ ہوتی۔

اسلام کے آنے سے قبل یہاں مصوری اور مجسمہ سازی کا فن عروج کو پہنچا ہوا تھا۔ اسلام میں مجسمہ سازی ممنوع ہے لہذا کشمیری مسلمانوں نے اس کی جگہ خطاطی ، مصورانہ خطاطی اور نقاشی کو رواج دیا۔ کشمیر کے جــن خطــاطــوں نے برصغیر میں شہرت پائی اور اپنے فن کا لوہا منوایا ان میں یہ فنکار ممتاز مقام رکھتے ھیں۔

میر حسن کشمیری ، محمد حسین زریں قلم ، حسین کشمیری ، محمد مراد زریں قلم ، ملا محمد محسن ، محمد علی کشمیری ، محمد جعفر کشمیری، محمد ابراهیم ، ملا باقر کشمیری ، بہاء الدین خوشنویس ، حیدر کشمیری، ہدایت اللہ زریں قلم ، محمد رضا مشتاق ، محمد تقی کشمیری ، امام دیری ، عبد

الرسول اور احمد علی کشمیری ۔ ان خطاطوں کی تحریروں کے نمونے ایران ، ترکی اور یورپ کے کتب خانوں میں آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں ۔ سلاطین کشمیر اور مغل عہد حکومت میں خطاطی کو بے حد ترقی ہوئی ۔ اکثر حکمران خوشنویسی کے شیدا اور خطاطوں کے قدردان تھے ۔ بطور مثال عالم گیر کی بیٹی زیب النساء نے ملا محمد شفیع کی نگرانی میں کشمیر میں ایک دفتر قائم کر رکھا تھا جس میں خوشنویس نقاش اور طلا کار کام کیا کرتے تھے ۔

شاعری ، فن تعمیر اور خطاطی کے ساتھ ساتھ کشمیر و اطراف کشمیر کے فن کاروں نے مصوری و نقاشی جیسے اہم فنون میں کمال حاصل کیا ۔ دمودر گپت "کٹنی مت" میں لکھتا ہے کہ قدیم عہد میں کشمیر میں نقاشی تجارت کے فروغ کا ذریعہ تھی ۔ نقاشی کپڑے اور دیواروں پر کی جاتی تھی ۔ کشمیر کے باشندے مسلمان ہوئے تو انہوں نے عمارات میں نقاشی کی جدتیں دکھائیں ۔ چھت کے نیچے منقش لکڑی استعمال ہونے لگی ۔ انواع و اقسام کی نقاشی میں وہ کرداروں کو مجسم کر دیتے اور مناظر فطرت کی ایسی سچی تصویریں کھینچتے کہ وہ حقیقت کا ہم پلہ ٹھہرتیں ۔ عہد اکبری میں کشمیری ہنر مندوں نے مصوری میں اس طرز خاص کو ایجاد کیا جسے کشمیری قلم کہا گیا ۔ وکٹوریہ البرٹ میوزیم لندن میں ۲۴ بڑی تصاویر آج بھی موجود ہیں جو کپڑے پر بنی ہوئی ہیں اور ان کو سولھویں صدی عیسوی میں کشمیر میں بنایا گیا تھا ۔

میں یہ رائے پیش کرنے میں کوئی مبالغہ نہیں سمجھتا کہ کشمیر کا باشندہ شاعری خوش الحان پرندوں سے ، رقاصی بل کھاتی ہوئی ندیوں سے اور موسیقی نغمہ ریز جھرنوں سے بچپن ہی میں سیکھ لیتا ہے ۔ نیل مت پوران اور راج ترنگنی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ کشمیر میں موسیقی قدیم ایام سے ہی مروج رہی ہے ۔ یہ موسیقی چھند پربند ، گیت، ودھا ، اشلوک اور پد کہلاتی

تھی ۔ شاھمیری خاندان کے سلطان زین العابدین نے جہاں دیگر اسلامی فنون کو فروغ دیا وھاں اس نے موسیقی کی ترویج کے لئے بھی لائق تحسین کوشش کی ۔ مورخین نے لکھا ہے کہ وہ سونے چاندی سے ساز بھر کر سازندوں کو بطور انعام دیا کرتا تھا ۔ علاوہ ازیں اس نے ایران ، خراسان اور ترکستان سے نامی موسیقاروں کو بلا کر کشمیر میں آباد کیا تھا ۔ اس نے ملا عودی ، اور ملا جمیل کو خراسان سے بلایا تھا ۔ ملا جمیل نقاشی میں مہارت نامہ رکھتا تھا اور کہا جاتا ہے کہ اس کی نقاشی کے نمونے آج بھی وادی میں دستیاب ھیں ۔ موسیقی کا فن سکھانے کے لئے کشمیر میں متعدد مدرسے قائم کر دیئے تھے ۔ چنانچہ کشمیری فن کاروں نے ایسی مہارت حاصل کر لی تھی کہ پیر حسن کے بقول بعض خوانندے ایسے تھے کہ ایک راگ کو بارہ مقاموں میں پیش کرتے تھے ۔ ‘‘و بعضی خواننده ها از قبیل بودند که یک راگ در دوازده مقام ادا می نمودند’’(۵)

کشمیر کے سازندوں نے ایک بڑا آلہ موسیقی ایجاد کیا تھا جس کا نام گیچک تھا اور جو سارنگی سے مشابہ تھا ۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ کشمیری پنڈت بھی اسلامی فنون سیکھ کر نام پیدا کر چکے ھیں ۔ اس سلسلے میں پنڈت بودھی بھٹ کا نام لیا جا سکتا ہے جس نے موسیقی پر ایک تالیف یادگار چھوڑی ہے ۔ مشہور مورخ پنڈت شیر پور بھی سلطان زین العابدین کا درباری گویا تھا وہ طنبورے پر خوب گاتا تھا ۔ تاریخ فرشتہ میں مرقوم ہے کہ سلطان زین العابدین خود بھی کئی سازوں کا موجد تھا ۔

جس طرح پہلے اشارہ کیا گیا کشمیر میں ایک طرف عرب ، ایران، سمر قند ، بخارا اور کابل کے موسیقار اور دوسری طرف برصغیر کے گویے آ کر جمع ہو گئے تھے ۔ ادھر خود کشمیر کے اھل فن نے اس مثلث کا تیسرا زاویہ بنایا تو جو موسیقی کی شکل سامنے آئی وہ خالص کشمیری موسیقی کہلائی ۔ جن ایرانی

راگنیوں کو کشمیری مطربوں اور سازندوں نے اپنایا ان میں یہ مشہور ہیں ۔ راست ، کشمیری راست ، چراغ ، عراق ، نوا ، شاہنواز ، نوروز ، نے ریز ، زنگولہ ، چہار گاہ ، کلیان ، کھمباج ، بہاگ جھجوٹی ، پہاڑی ، ٹوڑی ، آساوری تلنگ ، سوھن ، سورتھ ، رھاوی ، بلاول ، حسینی ، پوری ، کانگڑھا ، دھرپد ، عشاق ، دھناسری وغیرہ ۔

مرزا حیدر دغلت اور اکبر کے دور حکومت میں کشمیر کی موسیقی کو مزید ترقی ہوئی مورخین کا کہنا ہے کہ شاہزادہ یوسف شاہ چک کی موسیقی کی فنی باریکیوں پر اس قدر گہری نظر تھی کہ اس نے بھرے دربار میں تان سین کو ایک راگ کے بارے میں ٹوک دیا تھا جس پر تان سین کو اپنی غلطی کا اعتراف کرنا پڑا تھا ۔ اسی یوسف شاہ کی ملکہ حبہ خاتون نے اپنی کشمیری شاعری کو ایرانی موسیقی میں ڈھالا ۔ راگ راست کشمیری اسی کی ایجاد ہے جو رات کے چوتھے پہر میں گایا جاتا ہے ۔ کشمیری زبان کے ممتاز شاعر اور نقاد جناب امین کامل نے حبہ خاتون کو کشمیری موسیقی کی روح و رواں قرار دیا ہے ۔

سلطان حیدر شاہ نے نوازی میں مہارت رکھتا تھا ۔ موسیقی میں اس کا استاد جہانگیر ماگری تھا ۔ کشمیر کی کلاسیکی موسیقی کو صوفیانہ کلام کہتے ہیں ۔ اس کی ابتدا حسن شاہ کے عہد (۸۴ ۔ ۱۴۷۲) میں ہوئی ۔ حسن شاہ خود کمپوزر تھا اور شاعر بھی ۔ شیرپور لکھتا ہے کہ وہ موسیقی کے شعبہ کا سربراہ تھا اور اس شعبہ میں بارہ سو موسیقار تعلیم و ترویج موسیقی پر مامور تھے ۔ زیرنظر عہد میں عوداور بانسری مقبول آلہ موسیقی تھا ۔ تمبکناڑی اور کشمیری طبلہ عورتوں میں مروج رہا ۔ فارسی موسیقی کی تقلید میں یہاں طالبہ راگ ۔ چھکری تیار ہوا ۔ بعد میں ساز نائی نفیری ، طوطا گزی الغوزہ ستاری اور قانون سے کام لیا جانے لگا ۔ لله عارفہ اور نور الدین ریشی کے

گیت لوگ دھنوں میں گائے جاتے تھے ـ ان لوک راگوں کے نام یہ ھیں ـ ایمن ، کھمباج ، آسا ، جھجوٹی ، پٹ دیپ ـ

رقص کو موسیقی سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا ـ سیاہ چشمان کشمیری کی شعر خوانی و پائے کوبی کی اسی صفت توأم کا ذکر کرتے ہوئے حافظ شیرزای نے کہا ہے ـ

بشعر حافظ شیرازمی رقصند و می کوبند
سیہ چشمان کشمیری و ترکان سمر قندی

اشاعت اسلام کے بعد کشمیر میں رقص کو صوفیانہ اور حافظہ کا نام دیا گیا ـ ان رقصوں میں ساز سنتور ، اور طبلہ استعمال ہوتا تھا ـ فصل کاٹنے کے بعد شہنائی اور ڈھولک پر بچے ناچتے اور خوشی مناتے ـ اس موسمی رقص کو بچہ نغمہ کہتے ھیں ـ

رُف بھی کشمیر کا عام رقص ہے ـ یہ دل آویز ھلکی سروں میں پیش کیا جاتا ہے ـ مرحوم ھدایت اللہ اختر کی تحقیق کے مطابق اس رقص میں عورتیں ایک دوسرے کی کمر میں ھاتھ ڈال کر زنجیر بنا لیتی تھیں ـ رنگین سنہری کپڑے پہنے ایک آگے ، قدم پیچھے اٹھاتے ہوئے موسیقی کے زیر و بم میں ایک سماں بندھ جاتا تھا ـ اس رقص میں کسی ساز کی ضرورت نہیں پڑتی ـ (٦)

لکھت بھی ایک کشمیری ناچ ہے ، گلیوں اور صحنوں میں بچے ایک دوسرے کا ھاتھ تھام کر ناچتے اور جب ناچ عروج پر پہنچتا تو دیکھنے والے ان کی شکل نہ پہچان سکتے ـ

کشمیر اور اس سے ملحقہ پہاڑی ریاستوں کے باشندے اپنی ذھانت اور

فنکارانہ مہارت کے لئے ہمیشہ مشہور رہے ہیں ۔ اسلام کی اشاعت کے بعد کشمیر میں صنعت و حرفت کا باقاعدہ آغاز ہوا ۔ یہاں مختلف صنعتوں کے ماہرین مثلاً ۔خطاط صحاف، قالین باف ، زین ساز ، نمدہ ساز ، سنگ تراش ، شیشہ گر ، اسلحہ ساز ، نقاش ، قلمدان ساز ، شال باف ، گبہ ساز ، حکاک ، مہرکن ، طلا کار ، نقل نویس وغیرہ پیدا ہوئے ۔

کشمیر کی صنعتوں میں شال بافی ، قالین بافی ، ریشم سازی اور لکڑی کا کام شہرہ آفاق ہیں ۔ کشمیری صناعوں کے بنائے ہوئے قلمدان کابل ، ایران ، فرانس اور انگلستان کو برآمد کئے جاتے تھے ۔ آج کل تصویروں کے البم ، سگریٹ کیس اور ٹیبل لیمپ کے شیڈ بھی بننے لگے ہیں ۔

کشمیر اور اس کے ارد گرد کے علاقوں کی تاریخ و ثقافت کا جو جائزہ ہم نے پیش کیا اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ یہاں اسلامی روایت کے علوم و فنون کی ایسی ترقی ہوئی کہ اس خطہء گل و لالہ اور وادی سرو و سمن کو ایران صغیر کا نام دیا گیا ۔

مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر کے ذہین فن کار آج بھی اسلامی علوم اور فنون کی ترقی کے لئے شب و روز کوشش کر رہے ہیں ۔ ہمیں یقین ہے کہ آئندہ ہمارے فکر کو اور رفعت ہمارے فن کو اور نکھار اور ہمارے علم کو اور وسعت نصیب ہوگی ۔

★ ★ ★ ★

مآخـــــذ

۱ ـ هندو معاشره ـ انگریزی ـ بنیرجی ـ دهلی

۲ ـ تاریخ بیہقی ـ مشهد ۱۳۵۰ هش

۳ ـ تاریخ حسن ج ۱

۴ ـ تاریخ حسن ج ۱

۵ ـ ایضاً ج ۲

٦ ـ کشمیر کے فنون لطیفہ

نیز دیگر تواریخ کشمیر بزبان فارسی ، انگریزی و اردو

* * * * *